

صح ترین نسخہ

مثنوی

مُنَاجَاتِ بَیَوَہ

مصنفہ

شمس العلماء مولانا حافظ خواجہ الطاف حسین حالی پانی پتی

یہ کتاب

مولانا مرحوم نے مثنوی "ہَادِیُّمُ اللَّذَاتُ" کے نام سے

سب سے پہلی مرتبہ ۱۸۸۴ء میں شائع کی تھی، دہائیوں سے زیادہ

زبانوں میں اب تک اس کے ترجمے ہو چکے ہیں، موجودہ کتاب

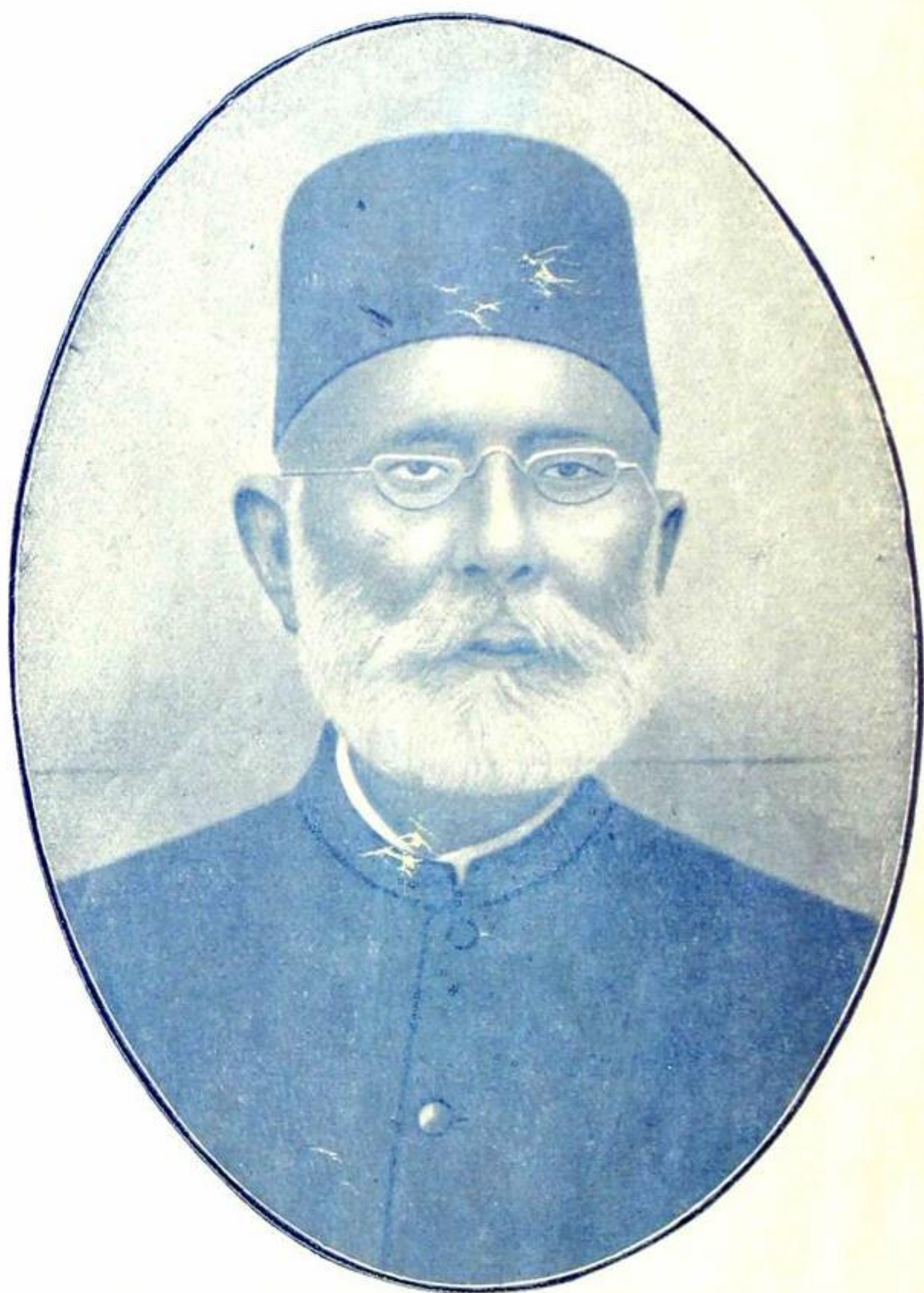
اس نسخہ سے نقل کی گئی ہے جسے خود مولانا نے بہت کچھ ترمیم و تنسیخ

کے بعد ۱۸۸۸ء میں تیسری دفعہ شائع کیا تھا

ربیع الآخر ۱۳۵۶ھ مطابق جولائی ۱۹۳۷ء

پیش کردہ

حالی بک ڈپو۔ پانی پت



مولانا حالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مناجاتِ بیوہ

~~~~~ ( ۱ ) ~~~~~

اے سب سے اوّل، اور آخر  
اے سب داناؤں سے دانا  
اے بالا، ہر بالا تر سے  
اے سمجھے بوجھے بن سوجھے  
سب سے انوکھے سب سے زالے  
اے اندھوں کی آنکھ کے تارے  
ناتیوں سے چھوٹوں کے نانی  
ناؤ جہاں کی، کھینے والے  
جب، اب، تب تجھ سانہیں کوئی  
جوت ہے تیری جل اور تھل میں

جہاں تھاں حاضر، اور ناظر  
سارے تو اناؤں سے تو انا  
چاند سے، سورج سے، امبر سے  
جانے پہچانے بن بوجھے  
آنکھ سے اور جھل دل کے اجالے  
اے لنگڑے لولوں کے سہارے  
ساتھیوں سے بچھڑوں کے ساتھی  
دکھ میں تسلی دینے والے  
تجھ سے ہیں سب، تجھ سانہیں کوئی  
باس ہے تیری پھول اور پھل میں



تو پاس، اور گھر دور ہے تیرا  
 نام ترا رہ گیر کی کٹری  
 تو ہے سہارا غمگینوں کا  
 تو ہے اندھیرے گھر کا اجالا  
 خواہاں کھوئے اور کھرے کا  
 گاہک، منہ باز اردوں کا  
 بپتا میں یاد آنے والا

ہر دل میں ہے تیرا بسیرا  
 راہ تری دشوار اور سگری  
 تو ہے ٹھکانا مسکینوں کا  
 تو ہے اکیلوں کا رکھوالا  
 لاگو اچھے اور برے کا  
 بید، زرا سے بیماروں کا  
 سوچ میں دل بہلانے والا

~~~~~ ۲ ~~~~~

بے بازو بے پروں کے وارث
 جاگتے سوتے پاس ہے تو ہی
 تو نہیں جن کا، وہ بیکس ہیں
 دسرایت کی وہاں نہیں پروا
 گنتے ہیں وہ پرست کو رانی
 بری بنی کا یار ہے تو ہی
 تیرے ہی ہاتھ ان سب کا ہے کھوا
 تو ہی یہ بیڑے پار لنگھائے
 تو ہی دوا دارو میں شفا دے

اے، بے وارث گھروں کے وارث
 بے آسوں کی آس ہے تو ہی
 بس رالے ہیں یا بے بس ہیں
 ساتھ ہی جن کا دھیان ہے تیرا
 دل میں ہے جن کے تیری بڑائی
 بیکس کا غم خوار ہے تو ہی
 دکھیا، دکھی، یتیم اور بیوا
 تو ہی ڈبوئے، تو ہی ترائے
 تو ہی مرض دے، تو ہی دوا دے

تو ہی پھر امرت زہر میں ڈالے
تو ہی دلوں میں آگ لگائے
مارے، مار کے پھر چمکارے
مار میں بھی اک تیری مزا ہے

تو ہی پلائے زہر کے پیالے
تو ہی دلوں میں آگ لگائے
چمکارے، چمکار کے مارے
پیار کا تیرے، پوچھنا کیا ہے

~~~~~ (۳) ~~~~~

شفقت اور دباغت والے  
جان سے اور پہچان سے باہر  
بھید ترے حکموں میں ہیں کیا کیا  
ایک کے دل کو دلغ دیا ہے  
اس سے نہ تو بیزار کچھ ایسا  
جب دیکھو تب شان نئی ہے  
گھر گھر تیرا حکم نیا ہے  
اور کہیں پھل آئے ہوئے ہیں  
ایک کا ہر دم خون سکھاتی  
ایک ہیں گھوڑے بیچ کے سوئے  
رنج سے اُس کو بڑا نہ پا لا  
جین نہ دیکھا آنکھ اٹھا کر

اے رحمت اور ہیت والے  
اے اکل اور دھیان سے باہر  
عقل سے کوئی پا نہیں سکتا  
ایک کو تو نے شاد کیا ہے  
اُس سے نہ تیرا پیار کچھ ایسا  
ہر دم تیری آن نئی ہے  
یہاں بچھوا ہے، وہاں پروا ہے  
بھول کہیں کھلائے ہوئے ہیں  
کھیتی ایک کی ہے لہراتی  
ایک پڑے ہیں دھن کو ڈبوئے  
ایک نے جب سے ہوش سنبھالا  
ایک نے اس جنجال میں آ کر



مینہ کہیں دولت کا ہے برستا  
ایک کو مرنے تک نہیں دیتے  
حال غرض دنیا کا یہی ہے  
ریج کا ہے دنیا کے گھلا کیا؛  
یہاں نہیں بنتی رنج سے بن  
ایک سے یہاں رنج ایک ہے بالا  
گھاؤ ہے گو، ناسور کی صورت  
تپ وہی دق کی شکل ہے لیکن  
دق ہو وہ، یا ناسور ہو، کچھ ہو  
روز کا غم کیونکر رہے کوئی  
تو ہی کر انصاف اسے میرے مولا  
گو کہ بہت بند سے ہیں پراریاں  
خواہ دکھی ہے، خواہ سُکھی ہے  
کھیتیاں جن کی کھڑی ہیں سوکھی  
گھاٹا جن کی اساڑھی میں ہے  
دوب چکی ہے جن کی اگیتی  
ایک ہے اس امید پہ جیتا

ہے کوئی پانی تک کو ترستا  
ایک اکتا گیا لیتے لیتے  
غم پہلے، اور بعد خوشی ہے  
تحفہ ہی لے دے کے ہے یہاں کل  
رنج نہیں سب ایک سے لیکن  
ایک سے ہے درد ایک بڑالا  
پر اسے کیا ناسور سے نسبت  
دق نہیں رہتی جان لیے بن  
دے نہ جواب امید کسی کو  
اس نہ جب باقی رہے کوئی  
کون ہے جو بے اس ہے جیتا؛  
کم ہیں مگر، مایوس ہیں جو یہاں  
جو ہے اک امید اس کو بندھی ہے  
اس وہ باندھے بیٹھے ہیں مینہ کی  
ساوئی کی امید انہیں ہے  
دیتی ہے ڈھارس ان کو بچھتی  
اب ہوئی بیٹی، اب ہوا بیٹا



ایک کو جو اولاد ملی ہے  
 بیچ ہے یا قسمت میں خوشی ہے  
 غم نہیں ان کو، گو غمگیں ہیں  
 کال میں کچھ سختی نہیں ایسی  
 سہل ہے موجوں سے جھٹکارا  
 پر نہیں اٹھ سکتی وہ مصیبت  
 شاد ہو اُس رہ گیر کا کیا دل؟  
 اُن اجرؤں کو کل پڑے کیونکر؟  
 اُن بچھڑوں کا کیا ہے ٹھکانا؟  
 اب یہ بلا ٹلتی نہیں ٹالی  
 آئیں بہت دنیا میں بہاریں  
 پڑے بہت باغوں میں جھولے  
 گئیں اور آئیں چاندنی راتیں  
 پڑ نہ کھلی، ہرگز نہ کھلے گی  
 اُس ہی کا یہاں نام ہے دنیا  
 ایسے بدلیسی کا نہیں غم کچھ  
 رونا اُن بن باسیوں کا ہے

اُس کو اُمنگ اب شادیوں کی ہے  
 کچھ ہے مگر اک اُس بندھی ہے  
 جو دل نا اُمید نہیں ہیں  
 کال میں ہے جب اُس سمیں کی  
 جبکہ نظر آتا ہے کنارے  
 آئے گی جس کے بعد نہ راحت  
 مر کے کٹے گی جس کی منزل  
 گھر نہ بے گاہ جن کا جنم بھر  
 جن کو نہ ملنے دے گا زمانا  
 مجھ پہ ہے جو تقدیر نے ڈالی  
 عیش کی گھر گھر پڑیں پکاریں  
 دُھاگ بہت جنگل میں پھولے  
 برسیں کھلیں بہت برساتیں  
 وہ جو کلی مَر جھائی تھی دل کی  
 جب نہ رہی یہی تو رہا کیا؟  
 جس کو نہ ہو ملنے کی قسم کچھ  
 دیس نکالا جن کو بلا ہے



کڑوی میٹھی سب ہے گوارا  
چاہے جدھر لے جائے اڑا کر  
جائے کہاں ہو جوں سے نکل کر  
پھر ٹلتی کس طرح یہ آئی؟  
ازل کی بگڑی خاک بنے گی  
بندے کا یہاں بس نہیں چلتا  
تھکے اور نہ دے تو سونے  
تیری زبردستی کے آگے  
بند ہیں چاروں کھونٹ کی راہیں  
پڑی ہوں میں تیرے دروازے  
تجھ سے نہیں تو کس سے کہوں میں  
اور بچہ ماں ماں ہی پکارے

حکم سے تیرے پر نہیں چارا  
زور ہے کیا پتے کا ہوا پر  
تینکا اک، اور سات سمندر  
قسمت ہی میں جب تھی جدائی  
آج کی بگڑی ہو، تو بنے بھی  
تو جو چاہے، وہ نہیں ٹلتا  
مارے، اور نہ دے تو رونے  
ٹھہرے بن آتی ہے، نہ بھاگے  
تجھ سے کہیں گر بھاگنا چاہیں  
تو مارے، اور خواہ نوازے  
تجھی کو اپنا جانتی ہوں میں  
ماں ہی سدا بچے کو مارے

بیت بیت ۴

حکمت اور حکومت والے  
دروازے کی تیری بھکاری  
جان پہ اپنی آپ آجیرن  
میکے اور سسرال پہ بھاری

اے مرے زور، اور قدرت والے  
میں لونڈی تیری دیکھاری  
سوت کی خواہاں، جان کی دشمن  
اپنے پرانے کی دھتکاری



سہمہ کے بہت آزار، چلی ہوں  
دل پر میرے داغ ہیں جتنے  
دکھ دل کا کچھ کہہ نہیں سکتی  
تجھ پہ ہے روشن سب دکھ دل کا  
بیاہ کے، دم پانی تھی نہ لینے  
خوشی میں بھی سکھ پاس نہ آیا  
ایک خوشی نے غم یہ دکھائے  
کیسا تھا یہ بیاہ بناواں؟  
چہن سے رہنے دیا نہ جی کو  
رو نہیں سکتی، تنگ ہوں یہاں تک  
ہنس ہنس، دل بہلاؤں کیونکر؟  
ایک کا کچھ جینا نہیں ہوتا  
لیٹے گر، سونے کے بہانے  
جاگئے، تو بھی، بن نہیں پرتی  
اب کل ہم کو پرے کی مڑ کر  
بات سے نفرت، کام سے حشت  
آبادی، جنگل کا نمونا

دنیا سے بیزار چلی ہوں  
منہ میں بول نہیں ہیں اتنے  
اس کے سوا کچھ کہہ نہیں سکتی  
تجھ سے حقیقت اپنی کہوں کیا؟  
لینے کے یہاں پڑ گئے دینے  
غم کے سوا کچھ راس نہ آیا  
ایک ہنسی نے گل یہ کھلائے  
جو ہیں پڑا اس کا پرچھاواں  
کر دیا بلیا میٹ خوشی کو  
اور روؤں، تو روؤں کہاں تک  
اوسوں پیاس بجھاؤں کیونکر؟  
ایک، نہ ہنستا بھلا، نہ روتا  
پانٹی کل ہے، اور نہ سر ہانے  
جائے کی آخر کوئی حد بھی؟  
گور ہے، سونی سیج سے بہتر  
ٹوٹی اس، اور کبھی طبیعت  
دنیا سونی، اور گھر سونا



دن بھیا نک، اور رات ڈرانی  
 بہنیں، اور بہنیلیاں میری  
 بل نہ سکیں، جی کھول کے مجھ سے  
 جب آئیں رو دھو کے گئیں وہ  
 کوئی نہیں، دل کا بہلاوا  
 آٹھ پر کا ہے یہ جلا پا  
 تھک گئی میں دکھ بہتے بہتے  
 آگ کھلی دل کی نہ کسی پر  
 دیکھ کے چپ جانا نہ کسی نے  
 دبی تھی بھوبل میں چنگاری  
 قوم میں وہ خوشیاں بیاہوں کی  
 ہتھواروں کا آئے دن آنا  
 وہ چیت اور پھالکن کی ہوائیں  
 وہ گرمی کی جانہ فی راتیں  
 کس سے کہوں کس طور سے کاٹیں  
 چاؤ کے اور خوشیوں کے سمیں سب  
 بچ ہیں، ہیں سامان خوشی کے

یوں گزری ساری یہ جوانی  
 ساتھ کی تھیں جو کھیلیاں میری  
 خوش نہ ہوئیں ہنس بول کے مجھ سے  
 جب گئیں بے گل ہو کے گئیں وہ  
 آہیں جکتا، میرا بلاوا  
 کانٹوں کی کس طرح رنڈا پا؟  
 تھم گئے آنسو بہتے بہتے  
 گھل گئی جان، اندر ہی اندر  
 جان کو پھونکا دل کی لگی نے  
 لی نہ کسی نے خبر ہمارے  
 شہر میں وہ دھوپیں ساہوں کی  
 اور سب کا ہتھوار منانا  
 وہ ساون بھادوں کی گھٹائیں  
 وہ ارمان بھری برساتیں  
 خیر، کٹیں جس طور سے کاٹیں  
 آتے ہیں خوش، گل جان کو موجب  
 اور جلائے والے جی کے



آئیو بڑکھا ، کہیں نہ ایسی  
باغ میں بھی قید ہو جیسے  
اڑ نہ سکے ، پڑ ہوتے ساتے  
مجھے تو شادی راس نہ آئی  
پھول آیا اور پھل نہ لگا کچھ  
چاند ہوا ، پڑ عید نہ آئی  
بادل گر جا اور نہ برسا  
پھل نہ بلا ، اور جان گنوائی  
دوڑ پڑی میں جھیل سمجھ کے  
پڑ پانی کی بوند نہ پانی

گھر بڑکھا ، اور بیا بدیسی  
دن یہ جوانی کے ، کٹے ایسے  
رت گئی ساری سرنگراتے  
کسی نے ہوگی کچھ کل پانی  
آس بندھی ، لیکن نہ بلا کچھ  
رہ گیا دے کر چاند دکھائی  
رت بدلی ، پڑ ہوئی نہ برکھا  
پھل کی خاطر برچی کھائی  
ریت میں ذرے دیکھ چمکتے  
چاروں کھوٹ نظر دوڑائی

~~~~~ ( ۵ ) ~~~~~

راجا اور پڑجا کے مالک
لے سائے سنسار کے والی
بخشش تیری عام ہے گھر گھر
خواہ ہوں ہندو ، خواہ مسلمان
کی نہیں بندی تو نے کسی کی
کچھوا ، بینڈک ، سینپ اور گھونگا

لے دین اور دنیا کے مالک
بے پر اور پردار کے والی
پورب ، پچم ، دکھن ، اتر
پیاؤ لگی ہے سب کے لیے یہاں
ہو نہ اگر قسمت نے کمی کی
چیونٹا ، کیرا ، مچھر ، بھنگا

سارے پنچھی، اور نکھیر و
 بھیر اور بکری، شیر اور چیتے
 کھلا ہے سب پر در رحمت کا
 خاک سے تُو نے بیج اُگائے
 سیپ کو بخشی تُو نے دولت
 لکڑی میں بھل تُو نے لگائے
 ہیرا بخشا کان کو تُو نے
 جگنو کو بجلی کی چمک دی
 دین سے تیرے لے مرے مولیٰ
 عام ہے سب پر تیری رحمت
 پیڑوں چھوٹے یا کہ بڑے یہاں
 جلتے ہیں جو ہیں جلنے والے
 جب اپنی ہی زمیں ہو کلر
 سب کو ترے انعام تھے شامل
 گر کچھ اتنا بانٹ میں میری
 تھی نہ کمی کچھ تیرے گھر میں
 راجا کے گھر، پالی ہوں بھوکی

مور، پیچھا، سارس، پیرو
 تیرے جلائے ہیں سب جیتے
 برس رہا ہے سینھ نعمت کا
 پھر پودے پروان چڑھائے
 اور بخشا مکھی کو امرت
 اور کوڑی پر پھول کھلائے
 مُشک دیا حیوان کو تُو نے
 ذرے کو کندن کی دُک دی
 سب ہیں نہال ادنیٰ اور اعلیٰ
 ہیں محروم مگر بد قسمت
 فیض ہوا کا سب پہ ہے یکساں
 پھلتے ہیں جو ہیں پھلنے والے
 پھر الزام نہیں کچھ مینہ پر
 میں سی نہ تھی انعام کے قابل
 سب کچھ تھا سرکار میں تیری
 نون کو ترسی میں سا نبھریں
 سدا برت سے چلی ہوں بھوکی

پہروں سوچتی ہوں یہ جی میں
 ہونے سے میرے فائدہ کیا تھا؟
 آن کے آخر میں نے لیا کیا؟
 نین دیے اور کچھ نہ دکھایا
 جندری دی اور خوشی نہ بخشی
 رہی اکیلی، بھری سمجھ میں
 جن سے جاگی، اور نہ سونی
 آکے خوشی سی چیز نہ پائی
 کھایا تو کچھ مزا نہ آیا
 پھول ہمیشہ آنکھ میں کھٹکے
 ہونہ سکی کچھ دل سے عبادت
 کام سنوارا کوئی نہ یہاں کا
 کام آیا یہاں کوئی نہ میرے
 قسمت نے جب سے منہ موڑا
 باپ اور بھائی، چچا، بھتیجے
 پر نہیں پاتی ایک بھی ایسا
 ناتیوں میں شفقت نہیں پاتی

آئی تھی کیوں میں اس نگری میں؟
 کس لیے پیدا مجھ کو کیا تھا؟
 مجھ کو مری قسمت نے دیا کیا؟
 دانت دیے اور کچھ نہ چکھایا
 دل بخشا، دل لگی نہ بخشی
 پیاسی رہی، بھری گنگا میں
 میں نہی جی بھر کے، نہ روئی
 جیسی آئی ویسی نہ آئی
 سونی تو کچھ جن سے نہ پایا
 اور پھل سدا گلے میں اٹکے
 اور نہ جمی کاموں پہ طبیعت
 اور نہ کیا دھندا کوئی وہاں کا
 اور نہ میں کام آئی کسی کے
 آدمیوں کا ہو گیا توڑا
 سب رکھتی ہوں تیرے کرم سے
 جس کو ہو میری جان کی پروا
 اپنوں میں اپنایت نہیں پاتی

گھر ہے یہ اک حیرت کا نمونا
جس نے خدا کا خوف کیا کچھ
سو یہ خوشی کا دل کی ہے سودا
اس میں شکایت کیا ہے پرانی
چن کر اپنی بانٹ میں آتا
کیوں پڑتے ہم غیر کے پالے؟
آٹھ پہر کیوں دکھ یہ اٹھاتے
دکھ میں نہیں یہاں کوئی کسی کا
سچ یہ کسی سائیں کی صدا تھی

تو گھر والے، اور گھر سونا
اگے کبھی یہاں پوچھ لیا کچھ
زور کسی پر اب نہیں اپنا
اپنی ہی قسمت کی ہے برائی
کیوں تو عورت ذات بناتا؟
کیوں ہوتے اوروں کے حوالے؟
جیتے ہی جی کیوں ہم مرجاتے؟
باپ نہ ماں، بھائی نہ بھتیجا
”کھ سمیت کا ہر کوئی ساتھی“

تیرے سوا بے رحم کے بانی
ایک کہانی ہو تو کہوں میں
حال نہ ہو دشمن کا ایسا
کوئی نہیں لاگو، اب میرا
آنکھ میں ایک اک کی ہوں کھٹکتی
ماں اور باپ، عزیز اور پیارے
روکے پلک غم کر نہیں سکتی

کون سنے یہ رام کہانی
ایک مصیبت ہو تو سہوں میں
میرا نازک حال ہے جیسا
باپ نہ بھائی، ساس نہ سسرا
پر اپنے بس مر نہیں سکتی
بے کل ہیں جینے سے ہمارے
ہنس کے غلط غم کر نہیں سکتی

رویے تو سب روتے ہیں گھر کے
 بنیے تو ہنسنا عیب ہے ہم کو
 گرسسرا ل میں جاتی ہوں میں
 نیکے میں جس وقت ہوں تہی
 جب سے یہ دن قسمت نے دکھائے
 میرا سدا ہنسنا اور رونا
 سوچ میں میرے سارا گھر ہے
 آپ کو ہوں ہر وقت مٹاتی
 جانتی ہوں، نازک ہے زمانا
 موتی کی سی آب ہے عورت
 مہندی میں نے لگانی چھوڑی
 کپڑے مہینوں میں ہوں بدلتی
 سرمہ نہیں آنکھوں میں لگاتی
 دودھ چاند نہیں سردھوتی
 کان میں پتے، ہاتھ میں کنکن
 پہنچوں کا اربان نہیں اب
 اڑکیں سب دل کی وہ ترنگیں

رونے نہیں دیتے جی بھر کے
 کیونکہ الہی کا ٹیے غم کو!
 نحس قدم کھلاتی ہوں میں
 رو رو کر ہوں سب کو رلاتی
 تکتے ہیں جو ہیں اپنے پرانے
 بیٹھنا، اٹھنا، جاگنا، سونا
 میرے چلن پر سب کی نظر ہے
 پہنتی اچھا میں ہوں نہ کھاتی
 بات ہے اک، یہاں عیب لگانا
 جا کے نہیں آتی پھر حُرمت
 بٹی میں نے جمائی چھوڑی
 عطر نہیں میں بھول کے ملتی
 بال نہیں برسوں گندھواتی
 اٹھواڑوں گنگھی نہیں ہوتی
 پہن چکی سب، جب تھی سہاگن
 چوڑیوں کا کچھ دھیان نہیں اب
 چاور ہے باقی، نہ اُنگیں

آپ کو یہاں تک میں نے بٹایا
 دہم نے ہے ایک ایک کو گھیرا
 کھینچ چکا ہے میرا مقدر
 مل جاؤں گر خاک میں بھی میں
 سچ اگلے لوگوں نے کہا ہے
 جینے سے گھبرا گئی ہوں میں
 یوں نہ بُری اس جان پہ بنتی
 رہتے ہم انجان بلا سے
 اے بے آسروں کے رکھو یا
 کیجیو میری کشتیبا نی
 اب تیرے گی، ترانی تیری

پر دُنیا کو صبر نہ آیا
 جب دیکھو تب ذکر ہے میرا
 داغ بدی کا میری جبین پر
 بچ نہ سکوں طعنوں سے کبھی میں
 ”بدا چھا، بدنام بُرا ہے“
 اس دم سے تنگ آگئی ہوں میں
 ماں مجھ کو اے کاش! نہ جنتی
 دُنیا مجھ سے، میں دُنیا سے
 اے ڈوبے بیڑوں کے کھویا
 آپہنچا ہے دُباؤ پانی
 ڈوبی ناؤ، دھائی تیری

اے امبر کے چمکتے تار و
 اے جانی پہچانی را تو
 اے نیک اور بد کے دربانو
 ایک دن اس گندی دُنیا سے
 بوجھ ہیں وہاں سب ٹٹنے والے

اے گھر کے در، اور دیوار و
 تنہائی کی ڈرائی را تو
 دیکھتی آنکھو! سنتے کانو
 جانا ہے مالک کے آگے
 پترے سب کے ہیں گھٹنے والے

تم سب دیجو، گواہی میری
 پاکی کا دعویٰ نہیں کرتی
 جس نے کچا دودھ پیا ہے
 اس سے رہائی نہیں کسی کو
 ہے یہ یقین، گنتی میں نہ آئیں
 منہ پر یہ آئے بن نہیں رہتی
 بات سے اپنی نہیں ٹلی میں
 ہوئی تھی جس بیری کے حوالے
 آن کو رکھا جان گنوا کر
 اور نہ خدا کے عہد کو توڑا
 اب مجھے کچھ دنیا کا نہیں ڈر
 سب سے بڑا ہے جاننے والا

جب وہاں پوچھ ہو میری تیری
 میں نیکی کا دم نہیں بھرتی
 کیونکہ خطا سے بچ سکتا ہے
 خواہ ولی ہو، خواہ ریشی ہو
 گنوں اگر میں اپنی خطائیں
 پر، یہ خدا سے ڈر کے ہوں کہتی
 خواہ بری تھی، خواہ بھلی میں
 پڑی تھی جس بے دید کے پالے
 نام پر دھونی اُس کے رنا کر
 ساتھ نہ قوم اور دیس کا چھوڑا
 آئے اگر دنیا کو نہ باور
 میرا نگہبان، اور رکھوالا

۸

اے نیت کے پرکھنے والے
 چاہتی ہوں انصاف تجھی سے
 چین سے کرتی عمر بسر میں
 مجھ کو نہ پڑتا رنج یہ سہنا

اے ایمان کے رکھنے والے
 میں نہیں رکھتی کام کسی سے
 حکم پہ چلتی تیرے اگر میں
 مانتی گر میں عقل کا کہنا

کچھ نہ عدالت کا تھا ڈراوا
 ہے دستور یہی دنیا کا
 لیکن ہٹ پیاروں کی یہی تھی
 اپنے بڑوں کی ریت نہ چھوٹے
 ہو نہ کسی سے ہم کو ندامت
 جان کسی کی جائے تو جائے
 دم پر بنے جو، اس کو سہوں میں
 درد نہ ہو دل کا کہیں ظاہر
 مرثیوں اور کچھ منہ پر نہ لاؤں
 گھٹ گھٹ کر، دم اپنا گنوا دوں
 تجھ پہ ہے روشن اے مرے مولا
 بیڑا تھا منجدھار میں میرا
 تھا ہاتھی پانی کی، نہ کنارہ
 شرم ادھر دنیا کی مجھے تھی
 روکنے تھے حملے مجھے دل کے
 نفس سے تھی دن رات لڑائی
 جان تھی میری آن کی دشمن

اور نہ مذہب کا اٹکاوا
 آپ سے اچھا نام خدا کا
 مرضی غم حواریوں کی یہی تھی
 قوم کی باندھی رسم نہ ٹوٹے
 ناک رہے کنبے میں سلامت
 آن میں اپنی فرق نہ آئے
 لوٹتی انگاروں پہ رہوں میں
 چپکے ہی چپکے کام ہو آخر
 جل بجھوں اور اُف کرنے نہ پاؤں
 جل جل کر آپ کو بجھا دوں
 وقت یہ کیسا مجھ پہ پڑا تھا
 چار طرف چھایا تھا اندھیرا
 تیرے سوا تھا کچھ نہ سہارا
 فکر ادھر عقبی کی مجھے تھی
 تھا مجھے جینا خاک میں ملنے کے
 دور تھی نیکی، پاس برائی
 آن تھی میری جان کی دشمن

آن سنبھالے جان تھی جاتی
 طے کرنے تھے سأت سمندر
 کو نیلا چاروں کھونٹ تھا پھیلا
 پیاس تھی، لو تھی، اور تھی کھرسا
 دھوپ کی تھی پالے پہ چڑھائی
 درد اپنا کس سے کہوں کیا تھا
 نفس سے ڈر تھا مجھ کو بدی کا
 مرجاؤں یا زندہ رہوں میں
 جان بلا سے جائے تو جائے
 کی نہ کسی نے میری خوشی گو
 بات کسی کی میں نے نہ ڈالی
 جان نہ سمجھا جان کو اپنی
 قول پہ اپنے جمی رہی میں
 دل تھا ما، آپے کو سنبھالا
 اور نہ اگر میں کرتی ایسا
 بن نہیں آتی دیں سے بھاگے
 کہہ گئی سچ اک راج کماری

جان بچلے آن تھی جاتی
 حکم یہ تھا ہاں پاؤں نہ ہوتر
 حکم یہ تھا پلا نہ ہو میللا
 اور دریا سے گزرنا پیاسا
 آگ اور گندک کی تھی لڑائی
 آکے پہاڑ اک مجھ پہ گرا تھا
 اس لیے ہر دم تھی یہ تمنا
 تجھ سے مگر شرمندہ نہ ہوں میں
 پر کہیں دینی بات نہ آئے
 میں نے کیا ناخوش نہ کسی کو
 اپنے ہی دم پر سب کی بلالی
 دیا نہ جانے آن کو اپنی
 ہوئی نہ ڈانواں ڈول کبھی میں
 سانس تلک منہ سے نہ نکالا
 کیونکر کرتی؟ اور کرتی کیا؟
 کچھ نہیں چلتی دیں کے آگے
 ”لا چاری پر بُت سے بھاری“

سینہ سینہ ۹)

اے اچھے اور بُرے کے بھیدی
 چھپی ڈھکی کے کھولنے والے
 بھید دلوں کے جاننے والے
 عیب اور گن سب تجھ پہ ہیں روشن
 عیب نہ اپنا تجھ کو جتنا نا
 پس نہیں آخراک بدی سے
 تو نے بنا یا تھا مجھے جیسا
 بس ہمیں جتنا تو نے دیا ہے
 کان اور آنکھیں، ہاتھ اور بازو
 سب کو بدی سے میں نے بچا یا
 اٹھتے بیٹھتے روکا سب کو
 ہاتھ کو ہلنے دیا نہ بیجا
 آنکھ کو اٹھنے دیا نہ اتنا
 کان کو رکھا، دور بلا سے
 روک کے اور یوں تھام کے آپا
 ایک سنبھلا، میرا سنبھالا

کھوٹے کے اور کھرے کے بھیدی
 بری بھلی کے تولنے والے
 پاپ اور پن کے چھاننے والے
 پاپ اور پن سب تجھ پہ ہیں روشن
 ہے دانی سے پیٹ چھپانا
 بنی ہوں پانی اور مٹی سے
 چاہیے تھا ہونا مجھے ویسا
 اُس سے سوا قدرت ہمیں کیا ہے
 جن جن پر تھا یہاں مجھے قابو
 سب کو خودی سے میں نے مٹایا
 سوتے جاگتے ٹوکا سب کو
 پاؤں کو چلنے دیا نہ ٹیڑھا
 جس سے کہ پیدا ہو کوئی فتنہ
 اوپری آوازوں کی ہوا سے
 میں نے یہ کاٹا اپنا رنڈا پا
 تھا بیتاب جو اندر والا

حال کروں میں دل کا بیاں کیا
 دھوپ تھی تیز، اور ریت تھی تپتی
 جان نہ مچھلی کی تھی نہ کھیتی
 گو دم بھر اس دل کی لگی نے
 تو ہے مگر اس بات کا دانا
 زور تھا میرا دل پہ جہاں تک
 تھا منادِ دل کا کام تھا میرا
 پکڑے اگر تو دل کی خطا پر
 رکھ تکلیف میں، یا راحت میں
 اب مجھے جنت کی تمنا
 آئے گی جنت راس کب اس کو
 دُر، دوزخ کا پھر اُسے کیا ہے
 پُر، تجھ سے اک عرض ہے میری
 جو قسمت نے مجھ کو دکھایا
 مجھ ناچیز کی ہے کیا طاقت
 عمر بہت سی کاٹ چکی ہوں
 اپنے لیے کچھ کہہ نہیں سکتی

حال ہے دل کا تجھ سے نہاں کیا
 مچھلی تھی ایک اُس میں تڑپتی
 اور نہ سر سے دھوپ تھی ٹلتی
 ٹھنڈا پانی دیا نہ پینے
 میں نے کہا دل کا نہیں مانا
 میں نے سنبھالا دل کو وہاں تک
 اور تھمنا کام تھا تیرا
 میں راضی ہوں تیری رضا پر
 ڈال جہنم، یا جنت میں
 اور نہ خطرہ کچھ دوزخ کا
 جلنے میں جس کی عمر کٹی ہو
 جس نے رنڈا پا جھیل لیا ہے
 رُڈ نہ ہو گر، درگاہ میں تیری
 خوش ناخوش سب میں نے اٹھایا
 جو منہ پر کچھ لاؤں شکایت
 یہ دن بھی کٹ جائیں گے جوں توں
 پُر یہ کہے بن رہ نہیں سکتی

میں ہی اکیلی نہیں ہوں دکھیا
 بس کے بہت یہاں اُجڑ گئے گھر
 جلیں کروڑوں اسی لپٹ میں
 بالیاں ایک اکثات کی لاکھوں
 ہو گئیں آخر، اسی الم میں
 سیکڑوں بیچاری مظلومیں
 بیاہ سے انجان، اور منگنی سے
 ماؤں سے جو منہ دھلوائی تھیں
 تھپک تھپک تھے جن کو سلاتے
 جن کو نہ شادی کی تھی تمنا
 جن کو نہ آپے کی تھی خبر کچھ
 بھلی سے واقف تھیں نہ بُری سے
 رخصت، چالے، اور چوتھی کو
 ہوش جنہیں تھا رات نہ دن کا
 دودھ دن رہ رہ کے سہاگن
 دھلھانے جانا نہ دلھن کو
 دل، نہ طبیعت، شوق، نہ چاہت

پڑی ہے لاکھوں پر ہی بتیا
 بن کے ہزاروں بکڑ گئے گھر
 پدموں پھکیں اسی مرگھٹ میں
 بیابیاں ایک اکثات کی لاکھوں
 کاٹ گئیں عمریں اسی غم میں
 بھولی، نادانیں، مدعو میں
 بنے سے واقف اور نہ بنی سے
 رورو مانگ کے جو کھالی تھیں
 گھر گھر تھے جن کو کھلاتے
 اور نہ منگنی کا تھا تقاضا
 اور نہ رنڈا سپہ کی تھی خبر کچھ
 یہاں سے مطلب تھا نہ بُری سے
 کھیل تماشا جانتی تھیں جو
 گریوں کا سا بیاہ تھا جن کا
 جہنم جہنم کو ہوئیں برو گن
 دلھن نے پہچانا نہ سجن کو
 مفت زکالی بیاہ کی تہمت

شرط سے پہلے بازی ہاری
 سیلانی جب باغ میں آئے
 پھول کھلے جس وقت چمن میں
 پریت نہ تھی جب، پایا پیتم
 ہوش سے پہلے ہوئی ہیں بوا
 خیر سے بچپن کا ہے رنڈا پا
 عمر ہے منزل تک پہنچانی
 شام کے مردے کا ہے یہ رونا
 آئی نہیں دنیا میں اکلی
 آئیں بلکتی، گئیں سسکتی
 کوئی نہیں جو غور کرے اب
 دکھ اُن کا آئے اور پوچھے
 چوٹ نہ جن کے دل پہ لگی ہو
 بے دردوں سے پڑا ہے پالا
 اپنی بیتی ہے یہ کہسانی

بیاہ ہوا اور رہیں گواری
 پھول ابھی تھے کھلنے نہ پاسے
 جاسوئے سیلانی بن میں
 جب ہوئی پریت، گنوا یا پیتم
 کب پہنچیکا پار، یہ کھیوا
 دور پڑا ہے ابھی بڑھا پا
 کاٹنی ہے بھر پور جوانی
 ساری رات نہیں اب سونا
 ایسی کسی بیڑے پہ تباہی
 رہیں ترستی، اور پھر کتی
 نبض پہ اُن کی ہاتھ دھرے اب
 روگ اُن کا سمجھے اور پوچھے
 وہ کیا جانیں دل کی لگی کو
 تو ہی اب اُن کا ہے رکھوالا
 اب یہ دھان رہے بن پانی

عبدالمجید (۱۰) بیہوش

اے غمخوار ہر اک بیکس کے
 حامی ہر عاجز بے بس کے

سہے اپنے عاجز بندوں پر
جس نے لگی میں تجھ کو پکارا
پھر نہ خالی اس چوکھٹ سے
کس کو زمانے نے ہے ستایا
اُجڑے کھیرے تو نے بسائے
منظوموں کی داد کو پہنچا
بنجر ملک آباد کرائے
عام تری رحمت جب ٹھہری
داد ہر اک مظلوم کی دے تو
عورت ذات کا تنہا جینا
گھر بسنے کی آس نہ رہنی
ہے وہ بلا، جو سہی نہ جلے
قدر آس کی، یا تو پہچانے

پیار تر ا، ماں باپ سے بڑھکر
سا منے تیرے ہاتھ پسارا
گیا نہ پیاسا، اس پنکھٹ سے
تو نہیں جس کے آڑے آیا
دوبلے بیڑے تو نے ترائے
قیدیوں کی فریاد کو پہنچا
اور بردے آزاد کرائے
دور ہے پھر رحمت سے تیری
اور ساندوں کی خبر نہ لے تو
ہر دم خون جگر کا پینا
ساری عمر خدائی سہنی
بتتا ہے، جو کہی نہ جائے
یا جس پر لذری ہو وہ جانے

۱۱

اے خاوند! خداوندوں کے
واسطہ اپنی خداوندی کا
تو یہ کسی کو داغ نہ دیجو

مالک خاوند، اور بندوں کے
صدقہ اپنی خداوندی کا
کسی کو بے وارث مت کیجو

کیجیو جو کچھ تیری خوشی ہو
 سند، تکیہ، عزت، حرمت
 چاندی، سونا، نقدی، غلا
 سائیں بن جو چیز ہے گھر میں
 دن کی خوشی اک اس پر تھی سب
 پھول کچھ اب گنٹوں سے نہیں کم
 باغ نظر میں اس کی خزاں ہے
 عیش ہے اس کے واسطے ماتم
 جس دکھیا پر پڑے یہ بیتا
 یا عورت کو پہلے بلا لے
 یا یہ رناریں ریت جہاں کی
 جس سے ہوئے دل سیکڑوں سہل
 جس نے کھجے آگ میں بھونے
 خوف دلوں سے کھو دیے جس نے
 قوم کی جس بن آن ہے جاتی
 جس نے کیے دل رحم سے خالی
 قوم سے تو یہ ریت چھڑا دے

راند لگ کر کیجیو نہ کسی کو
 نوکر، چاکر، دولت، حشمت
 گہنا پاتا، ٹوم اور چھلا
 خاک ہے سب عورت کی نظر میں
 سو وہ ہزاروں کوں گئی اب
 جنت بھی ہو تو ہے جہنم
 آنکھ میں تاریک اسکی جہاں ہے
 عید ہے اس کے حق میں محرم
 کراے تو پیوند زمیں کا
 یا دولہ کو ساتھ اٹھالے
 جس سے گئی پریت یہاں کی
 جس نے ہزاروں کیے ہیں گھائل
 جس نے بھرے گھر کر دیے سونے
 شرم سے دیدے دھو دیے جس نے
 دیس کی جس پر جان ہے جاتی
 ریت ہے جو دنیا سے زالی
 بند یوں کی بیڑی یہ تڑا دے

ہم کو ہے مشکل، تجھ کو ہے آساں
 چین اور سکھ قبضے میں ہے تیرے
 کھلتے ہیں غنچے تیرے کھلائے
 قابو میں ہیں تیرے گھٹائیں
 تیرے بہکے بہتے ہیں پانی
 کہنے میں ہے سب تیرے، اُخداہی
 سوگ، رنڈاپا، قید، آزادی
 کیا ہے وہ، جو تیرے نہیں ہیں
 ایک یہ کیا، اگر تیری خوشی ہو
 ناؤ لگے ریتی میں پہلنے

سہل اور مشکل تجھ کو ہے یکساں
 رنج اور دکھ قبضے میں ہے تیرے
 ہلتے ہیں پتے، تیرے ہلائے
 سُٹھی میں ہیں تیری، ہوائیں
 تجھ سے ہے دریاؤں کی روانی
 جھیل، سمندر، پرست، رانی
 ناتہ، رشتہ، نسبت، شادی
 قوم کی ریتیں، دیس کی رسمیں
 کام کوئی مشکل نہیں تجھ کو
 سوت لگے پتھر سے نکلنے

~~~~~ (۱۲) ~~~~~

رحمت اور عدالت والے  
 اک بشریت کا ہے تقاضا  
 آہ، کلیجے سے ہے نکلتی  
 جی بے ساختہ بھر آتا ہے  
 خواب کا سا اک ہے یہ تماشا  
 سکھ پہ ہے یہاں کے اترانا کیا

بے عزت اور عظمت والے  
 دکھڑا تجھ سے یہ کہنا دل کا  
 دل پہ ہے جب برچھی کوئی چلتی  
 جب کوئی دکھ یاد آجاتا ہے  
 ورنہ ہے اس دنیا میں دھرا کیا  
 دکھ سے ہے یہاں کے گھبرانا کیا



عیش کی یہاں مہلت نہ غم کی  
 آنی جانی چیز ہیں خوشیاں  
 منگنی، بیاہ، برات اور خست  
 ہیں دو دن کے سب بہلاوے  
 ریت کی سی دیوار ہے دنیا  
 بجلی جیسی چمک ہے اس کی  
 پانی کا سا ہے یہ پچھپسا را  
 آج ہے یہاں جنگل میں منگل  
 آج ہے میسلا ہر دم دونا  
 آج ہے رہنے کی تیاری  
 آج ہے پانا، کل ہے کھونا  
 کبھی ہے بادھا، کبھی ہے گھاٹا  
 ہار کبھی، اور جیت کبھی ہے  
 ساتھ سہاگ اور سوگ ہے یہاں کا  
 خوشی میں غم یہاں ملا ہوا ہے  
 سیر کو جو اس باغ میں آئیں  
 یہاں ہر پھل اندر این کا ہے

سب یہ نمائش ہے کوئی دم کی  
 چلتی پھرتی جھاؤں ہیں اریاں  
 میل، ملاپ، سہاگ اور شگت  
 آگے چل کر ہیں پچتاوے  
 اوچھے کا سا پیار ہے دنیا  
 بل دُپل کی جھمک ہے اس کی  
 جگنو کا سا ہے چکارا  
 کل سنسان پڑا ہے جنگل  
 اور کل گاؤں پڑا ہے سونا  
 اور کل ہے چلنے کی باری  
 آج ہے ہنسنا، کل ہے رونا  
 کبھی جوار، اور کبھی ہے بھاٹا  
 اس نگری کی ریت یہی ہے  
 ناؤ کا سا سنجوگ ہے یہاں کا  
 امرت میں بس گھلا ہوا ہے  
 دیکھ کے پھل کو ہاتھ لگائیں  
 دیکھنے سے چکھنے میں بُرا ہے



عیش جنہوں نے سدا اُڑائے  
 رہے ہیں گر کر، چڑھے ہیں جہاں  
 جو بیاہے، وہ ہیں بچتاتے  
 اس پھل کا ہے یہی پر یکھا  
 خوش نہ ہوں خوشیوں کے متوالے  
 غم کی گھٹا آتی ہے گر جتی  
 رہ گیروں کا بندھا ہے تانتا  
 جو آئے ہیں، اُن کو ہے جانا  
 خواہ ہو راند، اور خواہ سہاگن  
 ایک ہے گو آج ایک سے بہتر  
 اور کوئی گر انصاف سے دیکھے  
 عیش گئی وہ چھوڑ کے یہاں کے  
 اس کو پڑی کل، اُس کی گئی کل  
 اُس کا دل اس دنیا سے اٹھانا  
 جان یہ آساں دیتی ہے ایسی  
 غم ہو غرض، یا عیش ہو، کچھ ہو  
 تیرے بسوا یہاں اے مرے مولا

وہ بھی ہیں آخر کو چٹائے  
 گھٹے ہیں آخر، بڑھے ہیں جو یہاں  
 بن بیاہے ہیں بیاہ مناتے  
 جو نہیں چکھا وہی ہے میٹھا  
 ہیں یہ نشے سب اُترنے والے  
 گھڑی میں یہاں گھڑیاں ہے بحتی  
 ایک آتا ہے، ایک ہے جاتا  
 جو گئے اُن کو پھر نہیں آنا  
 موت ہے سب کی جان کی دشمن  
 مر گئیں جب، دونو ہیں برابر  
 مر کے اُسے نسبت نہیں اس سے  
 قید گئی یہ کاٹ کے یہاں سے  
 یہ گئی ہلکی، وہ گئی بوجھل  
 ہے ناخن سے گوشت چھٹانا  
 بو ہے نکلتی پھول سے جیسی  
 ہے ہمیں جانا چھوڑ کے سب کو  
 کوئی رہا ہے، اور نہ رہے گا

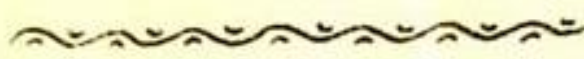


پڑی تھی سوئی جب یہ نگریا  
 پھر یہ نگریا اجر کے ساری  
 تھا نہ کچھ آگے، تیرے سوا یہاں  
 یہاں کوئی دن دکھ پایا تو کیا  
 اب نہ مجھے کچھ رنج کی پروا  
 چاہتی ہوں اک تیری محبت  
 گھونٹ اک ایسا مجھ کو پلائے  
 آئے کسی کا دھیان نہ جی میں  
 فکر ہو اچھی کی، نہ بُری کی  
 کوئی جگہ اس دل میں پائے  
 سینہ یہ تجھ سے بھرا ہو سارا  
 دل نے بہت یہاں مجھ کو ستایا  
 خواب میں دیکھ اک سانگ بڑالا  
 میرا اور اپنا چسپن گنوا یا  
 اٹھ نہیں سکتے مجھ سے اب دم  
 دل میں لگن بس اپنی لگا دے  
 غیر کے رشتے توڑ دے سارے

تیری ہی تھی یہاں کھڑی اٹریا  
 تیری ہی رہ جائے گی اٹاری  
 اور رہے گا کچھ نہ سدا یہاں  
 اور کوئی دم سکھ پایا تو کیا  
 اور نہ آسائش کی تمنا  
 اور نہیں رکھتی کوئی حاجت  
 تیرے سوا جو سب کو بھلائے  
 کوئی رہے ارمان نہ جی میں  
 تیرے سوا دھن ہو نہ کسی کی  
 یاد کوئی بھولے سے نہ آئے  
 میت سمائے اس میں نہ پیارا  
 موت کا برسوں مزا چکھایا  
 آگ میں جیتے جی مجھے ڈالا  
 آپ جلا اور مجھ کو جلا یا  
 یہ دنیا کے ناشدنی غم  
 سارے غم اپنے غم میں کھپا دے  
 دل کے پھولے پھوڑ دے سارے



جب مجھے تنہا کیا ہے پیدا  
 وہاں سے اکیلی آئی ہوں جیسی  
 ساتھ کوئی غم لے کے نہ جاؤں  
 دل نہ پھرے دنیا میں بھٹکتا  
 جی سے نشانِ پیاروں کا بساؤں  
 تو ہی ہو دل میں تو ہی زباں پر  
 تو مجھے بندھوا کر نہ کسی کا  
 ویسی ہی یہاں سے جاؤں اکیلی  
 تیرے سوا کھودوں جسے پاؤں  
 کوئی رہے کانٹا نہ کھٹکتا  
 پیار کے منہ کو آگ لگاؤں  
 مار کے جاؤں لات جہاں پر  
 پاؤں تجھے ایک اک کو گنوا کر  
 خاک میں جاؤں سب کو ملا کر





۳۱



محبوب المطالع برقی پریس دہلی